Vol 6 Issue 8 May 2017

ISSN No : 2249-894X

Monthly Multidisciplinary Research Journal

Review Of Research Journal

Chief Editors

Ashok Yakkaldevi
A R Burla College, India

Ecaterina Patrascu
Spiru Haret University, Bucharest

Kamani Perera
Regional Centre For Strategic Studies,
Sri Lanka

Welcome to Review Of Research

RNI MAHMUL/2011/38595 **ISSN No.2249-894X**

Review Of Research Journal is a multidisciplinary research journal, published monthly in English, Hindi & Marathi Language. All research papers submitted to the journal will be double - blind peer reviewed referred by members of the editorial Board readers will include investigator in universities, research institutes government and industry with research interest in the general subjects.

Regional Editor

Dr. T. Manichander

Advisory Board

Kamani Perera
Regional Centre For Strategic Studies, Sri Lanka

Ecaterina Patrascu
Spiru Haret University, Bucharest

Fabricio Moraes de AlmeidaFederal
University of Rondonia, Brazil

Anna Maria Constantinovici
AL. I. Cuza University, Romania

Romona Mihaila
Spiru Haret University, Romania

Delia Serbescu
Spiru Haret University, Bucharest, Romania

Xiaohua Yang
University of San Francisco, San Francisco

Karina Xavier
Massachusetts Institute of Technology (MIT), USA

May Hongmei Gao
Kennesaw State University, USA

Marc Fetscherin
Rollins College, USA

Liu Chen
Beijing Foreign Studies University, China

Mabel Miao
Center for China and Globalization, China

Ruth Wolf
University Walla, Israel

Jie Hao
University of Sydney, Australia

Pei-Shan Kao Andrea
University of Essex, United Kingdom

Loredana Bosca
Spiru Haret University, Romania

Ilie Pintea
Spiru Haret University, Romania

Mahdi Moharrampour
Islamic Azad University buinzahra Branch, Qazvin, Iran

Titus Pop
PhD, Partium Christian University, Oradea,
Romania

J. K. VIJAYAKUMAR
King Abdullah University of Science & Technology,Saudi Arabia.

George - Calin SERITAN
Postdoctoral Researcher
Faculty of Philosophy and Socio-Political Sciences
Al. I. Cuza University, Iasi

REZA KAFIPOUR
Shiraz University of Medical Sciences
Shiraz, Iran

Rajendra Shendge
Director, B.C.U.D. Solapur University, Solapur

Awadhesh Kumar Shirotriya

Nimita Khanna
Director, Isara Institute of Management, New Delhi

Salve R. N.
Department of Sociology, Shivaji University, Kolhapur

P. Malyadri
Government Degree College, Tandur, A.P.

S. D. Sindkhedkar
PSGVP Mandal's Arts, Science and Commerce College, Shahada [M.S.]

Anurag Misra
DBS College, Kanpur

C. D. Balaji
Panimalar Engineering College, Chennai

Bhavana vivek patole
PhD, Elphinstone college mumbai-32

Awadhesh Kumar Shirotriya
Secretary, Play India Play (Trust),Meerut (U.P.)

Govind P. Shinde
Bharati Vidyapeeth School of Distance Education Center, Navi Mumbai

Sonal Singh
Vikram University, Ujjain

Jayashree Patil-Dake
MBA Department of Badruka College Commerce and Arts Post Graduate Centre (BCCAPGC),Kachiguda, Hyderabad

Maj. Dr. S. Bakhtiar Choudhary
Director,Hyderabad AP India.

AR. SARAVANAKUMARALAGAPPA UNIVERSITY, KARAIKUDI,TN

V.MAHALAKSHMI
Dean, Panimalar Engineering College

S.KANNAN
Ph.D , Annamalai University

Kanwar Dinesh Singh
Dept.English, Government Postgraduate College , solan

More.....

ISSN: 2249-894X Impact Factor : 3.8014(UIF) Volume - 6 | Issue - 8 | may - 2017

Review Of Research

مرزا غالب کی شاعرانہ عظمت اور سائنسی فکر

Ayaz Ahmed
Assistant Prof. Department of Urdu ,
Govt. Degree College, Samba, Jammu and Kashmir.

مرزا غالب اردو دنیائے ادب کا وہ نام ہے جو اس وقت نہ صرف حلقۂ زبان اردو بلکہ عالمی ادب پر کہیں نہ کہیں اثر انداز ہے۔ ان کا کلام کسی ایک گوشۂ فکر کی ترجمانی نہ کرتے ہوئے آفاقی بلندیوں کو چھوتا ہے۔ یہ وہ نام ہے جو دنیا بھر میں نہ صرف مشہور و معروف ہے بلکہ لاکھوں ادب شناس ادیبوں اور شعرا کا ترجمان بھی ہے۔ قریب پونے دو سو سال گذرنے کے بعد غالب اردو ادب کے آفتاب تاباں کی طرح روشن ہے۔ ان کا کلام نہ صرف زندگی کی حقیقتوں، مصائب و آلام سے گذر کر اٹھ کھڑے ہونے کا سلیقہ عطا کرتا ہے بلکہ انہوں نے اردو ادب عام طور پر اردو غزل کو خاص طور پر فکر عطا کی۔ اس کو سوچنا سکھایا۔ روایتی غزل کی پیروی نہ کرتے ہوئے اسے وسعتِ مضامین عطا کی۔ یہ وہ دور تھا جب یورپ میں نشاۃ الثانیہ کی شمع روشن ہو چکی تھی اور پورا یورپ سائنسی ترقی میں بٹا ہوا تھا۔ نئی نئی ایجادات عروج پر تھیں لیکن غالب بھی اس سائنسی فکر سے نبرد آزما نہ رہے۔ بلکہ اپنی غزلوں کو ذریعہ بنا کر حیات و نباتات کے چھپے ہوئے راز کریدنے کی کوشش کی۔

غالب کی داستان حیات عزم و ہمت اور پامردی کے بے مثال روداد تھے۔ حد درجہ دلچسپ، نہایت سبق آموز، نامساعد حالات سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ عطا کرنے والی اور سربلند ہو کر جینے کا سلیقہ عطا کرنے والی۔ غالب نے ایک جگہ شکایت کی ہے:

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

مرزا غالب کی ولادت 27 دسمبر 1797ء کو آگرے میں ہوئی۔ غالب سلجوکی ترکوں کی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے دادا ابقول غالب ماوراءالنہر سے ہندوستان آئے۔ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ زمانہ محمد شاہ کا تھا۔ دہلی آنے سے قبل لاہور میں نواب الملک سے بسلسلہ وابستہ ہوئے۔ نواب کی وفات کے بعد دلی آئے۔ دہلی میں ابتری پھیلی تو عبداللہ بیگ لکھنو جا کر نواب آصف الدولہ کے پھر حیدر آباد کے نواب نظام علی خان کے اور پھر الور کے راجا بختاور سنگھ کے ملازم ہوئے اور وہیں کسی جنگ میں مارے گئے۔

مرزا کی ولادت ہوئی تو اسداللہ بیگ نام رکھا گیا عرفیت مرزا نوشہ طے پائی بہت بعد کو یعنی ۸ جون 1850ء کو آخری مغل بادشاہ نے "نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ" کے خطاب سے نوازا تو پورا نام اس طرح ہو گیا۔

" نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ اسداللہ بیگ خاں عرف میرزا نوشہ " ا

اس زمانے کا دستور تھا کہ امیر زادے گھر پر ہی تعلیم پاتے تھے مرزا نوشہ کی تعلیم کا آغاز بھی اسی طرح گھر پر ہوا۔ شیخ معظم ایک معلم آگرے میں اتالیقی کیلئے شہرت رکھتے تھے۔ انھیں اس کام پر معمور کیا گیا۔ لیکن مرزا کا دل کھیل کود، چوسر، شطرنج جیسے تفریحی مشاغل پر مائل تھا۔ تیرہ برس کی عمر میں شادی ہو گئی اور تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس کے بعد غالب نے جو کچھ سیکھا اپنی کوشش سے سیکھا۔ بہت ذہین تھے جو کتاب ایک بار دیکھ لی اس کے مطالب ذہن نشین ہو گئے۔ ایک خط میں غالب نے اپنی صلاحیت کا بھی ذکر کیا ہے۔ مرزا ابھی پانچ برس کے تھے کہ ان کے والد ایک جنگ میں شہید ہو گئے۔ مرزا کی پرورش کا بوجھ ان کے چچا پر آ پڑا مگر وہ بھی زیادہ دن نہ جئے۔ نو سال کی عمر میں وہ بھی چل بسے۔ اس کے بعد ان کی کفالت کی ذمہ داری ان کے نانا نے قبول کی۔

غالب ابھی تیرہ برس ہی کے تھے کہ الٰہی بخش خان معروف کی چھوٹی بیٹی امراو بیگم سے 19 اگست 1810ء کو دہلی میں ان کا نکاح ہو گیا۔ دو ایک سال تو کچھ یونہی آنا جانا رہا۔ 1821ء سے غالب نے دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ذاتی مکان زندگی میسر نہ آیا۔ کرائے کے مکانوں میں رہائش رہی۔ مرتے دم تک دلی میں ہی قیام کیا، یہیں شہرت پائی۔ اور یہیں ۱۵ فروری 1869ء کو آخری سانس لی۔ مرزا نے اپنی زندگی میں زمانے کی ناقدری، زندگی بھر کی تنگدستی، پنشن کے سلسلے میں تگ و دو یہاں تک کہ کلکتہ کا سفر، اخیر عمر کی علالت غرض ہر طرح کی مصیبت اور پریشانی کو جھیلا۔ لیکن حیرت اس پر ہے کہ یہ سارے غم، ساری تکلیفیں انہیں زیر نہ کر سکیں۔ ان کی خوش دلی نہ چھین سکی اور ان کی مسکراہٹیں کم نہ کر سکیں۔

غالب کی شاعرانہ عظمت:۔

مرزا غالب کی شخصیت جامع الصفات تھی وہ ایک شاعر کی حیثیت سے معروف تو ہیں ہی، ایک نثر نگار کی حیثیت سے بھی ان کا پایہ بلند ہے۔ ان کے خطوط اردو میں جدید نثر کا سنگِ بنیاد ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ان کی چند ایک کتابیں ہیں۔ شاعری میں غالب نے قصیدے اور مثنویاں وغیرہ بھی لکھیں لیکن جس صنف کی وجہ سے غالب، غالب ہیں وہ ان کی غزل ہے۔ دیوانِ غالب کا زیادہ تر حصہ غزلوں پر مشتمل ہے۔ غالب کو فارسی اور اردو دونوں زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔ انھیں اردو سے اپنی فارسی دانی پر فخر تھا۔ انہوں نے کبھی اپنی فارسی شاعری پر ناز کرتے ہوئے اردو شاعری کو "بے رنگِ من است" کہا تو کبھی اردو شاعری کو رشکِ فارسی قرار دیا۔ ابتدا میں وہ فارسی شاعر بیدل کی پیروی کرتے تھے

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے

لیکن اس فارسی دانی نے اُن کے کلام کو مشکل کر دیا۔ جس کی شکایت ان کے ایک ہم عصر طبیب و شاعر آغا جان عیش نے ان الفاظ میں:۔

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے مرزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے

کلام میر سمجھے اور زبان مرزا سمجھے مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

اس طرح کی شکایتوں سے مرزا کے مزاج میں برہمی پیدا ہوے ی تھی۔ ایک بار جھلا کر اس اعتراض کا جواب یہ دیا:۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا

گر نہیں ہیں میرے اشعار میں معنی نہ سہی

لیکن ایسا نہیں کہ اس تنقید کا غالب پر اثر نہ ہوا۔ ان کا ابتدائی زمانے کا کلام مشکل تھا۔ انہوں نے نمونے کے طور پر کچھ غزلیں رہنے دیں۔ باقی کو قلم زد کر دیا اور آئندہ نسبتاً آسان زبان اختیار کرنے کی کوشش کی۔ مثلاً

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

☆☆☆

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا

اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

☆☆☆

کوئی امید بھر نہیں آتی　　کوئی صورت نظر نہیں آتی

موت کا ایک دن معین ہے　　نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

غالب کی کامیابی کا سبب ان کی صرف عام فہم الفاظ، تراکیب اور سیدھے سادھے طرز کی شاعری نہیں بلکہ مجموعی طور پر ان کا ڈکشن ہے۔ جو پڑھنے والوں کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ الفاظ کا انتخاب، مصرعوں کا دروبست، زندگی اور زمانہ کے تعلق سے ان کا رویہ، انسانی جذبات و احساسات کا درک، ان کے اشعار کی معنویت اور تہہ داری۔ ان کا پیرائیہ اظہار اور ان کا انداز بیان ان کے کلام کو وزن و وقار بھی عطا کرتا ہے اور مقبولیت و معنویت بھی۔ غالب کو الفاظ کے انتخاب میں بڑا کمال حاصل تھا۔ ہر چند کہ انہوں نے کہا ہے:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

غالب　سریر خامہ نوائے سروش ہے

غالب الفاظ کے مزاج شناس بھی تھے ان کا یہ دعویٰ بے جا نہیں ہے کہ

گنجینہ معنی کا طلسم اس کو سمجھئے　　جو لفظ غالب میرے اشعار میں آوے

غالب کے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت تھی جدب پسندی یعنی روش عام سے ہٹ کر چلنا۔ اس میں ان کی انفرادیت کا راز پوشیدہ ہے اور یہی ان کی شاعری کا وصف خاص۔ وہ کبھی کبھی لکیر کے فقیر نہ تھے ہر میدان میں اپنا راستہ آپ نکالنے کے عادی تھے۔ وہ جانتے تھے کہ خلقت کی پیروی کرنے والے راستہ بھٹک کر منزل سے دور ہو جاتے ہیں۔ جناب مجنوں گورکھپوری نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غالب صاحب ہنر مند تھے اور قدرت

نے انھیں تخلیقی توانائی عطا کی تھی۔ ایسا خلاق ذہن جب مستعمل طریقوں کو از سر نو استعمال کرتا ہے تو ان میں اپنی انفرادی شان پیدا کر لیتا ہے۔ ان کے اشعار پر کسی دوسرے شاعر کے کلام کا دھوکہ نہیں ہو سکتا۔ وہ پامال اور فرسودہ محاورات اور عام بول چال سے اجتناب کرتے تھے کبھی استعمال کرتے بھی تھے تو ان میں ایک جمالیاتی کیفیت اور فکری اشاریت پیدا کر دیتے تھے جس سے ندرت اور تازگی پیدا ہو جاتی تھی۔

انفرادیت ہمیشہ جدت پسندی سے پیدا ہوتی ہے۔ جو مرزا کے مزاج کی سب نمایاں خصوصیت ہے۔ غالب سے پہلے اردو شاعری ایک محدود دائرے میں قید تھی۔ مولانا حالی نے ہماری شاعری پر جو سخت اعتراض کئے ہیں وہ دراصل غالب سے پہلے کی شاعری پر وارد ہوتے ہیں۔ غالب اردو شاعری کو اس تنگ نائے سے باہر نکالا اور اسے وسعت عطا کی جس شاعری پر یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ اس میں عشق و عاشقی کے مضامین کے سوا کچھ بھی نہیں غالب نے اس میں پوری زندگی اور اس کے تمام مسائل کو سمو دیا۔ عبدالرحمان بجنوری کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے کہ :

"لوح سے تمت مشکل سے سوصفحے ہیں لیکن کیا ہے

جو یہاں حاضر نہیں کونسا نغمہ جو اس سازِ زندگی کے

تاروں میں بیدار یا خوابیدہ موجود نہیں"2

غالب پوری زندگی کے شاعر ہیں۔ جن نقادوں کو غالب کے کلام کی وسعت کا دعویٰ ہے۔ ان میں سے بعض تو حد سے تجاوز کر گئے ہیں مثلاً غالب کے اس مصرعے سے کہ " دیوار بار منت مزدور سے ہے خم" یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ترقی پسند تھے اور محنت کشوں کے حامی اور ہمدرد تھے۔ اس رائے میں تو صداقت نظر نہیں آتی لیکن غالب کی انسان دوستی سے کون انکار کر سکتا ہے۔ عرض یہ حقیقت ہے کہ غالب نے اردو غزل کو عشق و عاشقی کے گھٹے ماحول سے

نکالا۔ کھلی فضا میں سانس لینا سکھایا اور اسے پوری زندگی ترجمان بنایا۔ غالب کے کلام کی ایک اور اہم خصوصیت ان کا انداز بیان ہے۔ جس پر وہ ناز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیان اور

غالب دراصل ایک کھلے ذہن کے انسان تھے۔ انسانیت ان کی خصوصیت تھی۔ کسی مسلک اور کسی عقیدے سے نفرت نہ تھی۔ دوستوں کا حلقہ وسیع اور اس میں سنی، شیعہ، ہندو اور عیسائی بھی شامل تھے۔ خود ان کے الفاظ میں وہ سب کو اپنا بھائی خیال کرتے تھے اور سب کی دلجوئی اپنا فرض سمجھتے تھے۔ غالب نے کسی خاص فلسفے یا نظریئے کو اختیار نہیں کیا۔ زندگی کے مختلف نظریوں، فلسفیوں پر ان کی نظر تھی جن سے وہ متاثر بھی ہوئے لیکن حیات و کائنات کے بارے میں ان کی فکر خود ان کے اپنے مشاہدے اور تجربات کا نچوڑ ہے۔ زندگی کو انہوں نے ہر رنگ میں دیکھا ہے، اس کا جائزہ لیا اور اس تعلق سے ایک باشعور انسان کی طرح ردعمل کا اظہار کیا۔ تصوف کے مسائل کے تعلق سے بھی ان کا یہی حال رہا۔ ان کے عہد میں تصوف کو زندگی کی ایک اہم قدر کی حیثیت حاصل تھی۔ صوفیانہ مسائل اور موضوعات پر غالب کی نظر تھی۔ انہوں نے " یہ مسائل تصوف یہ تیرا بیان غالب " کہہ کر تصوف سے اپنی دلچسپی کا اظہار بھی کیا لیکن تصوف ان کے ہاں "برائے شعر گفتن خوب است " کی حد تک تھا۔ ویسے وہ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ تصوف کے بارے میں عام سوالات پر انہوں نے نشان لگا دیا ہے۔ چونکہ ان کا مطالعہ وسیع تھا۔ نظر میں گہرائی تھی اور بات کرنے کے ہنر سے واقف تھے اس لئے وہ جو بات بھی کہہ جاتے تھے۔ متوجہ کرتی تھی۔ مثلاً

اصل مشہود و شاہد و مشہود ایک ہے حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب کا

جب وہ جمال دل فروز صورت مہر نیم روز آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چھپائے کیوں

غالب پکے صوفی شائید اس لئے بھی نہ بن سکے کہ انہوں نے دنیا سے خود کو دور نہیں رکھا۔ انہیں اپنی پنشن کی بھی فکر تھی، دربار میں اعزاز و اکرام حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اچھی شراب کی بھی خواہش تھی اور شہرت و ناموری کی بھی۔ غالب کے دور کی تاریخ مغلیہ سلطنت کے زوال اور معاشرت کے زیر و زبر کو ذہن میں رکھئے تو ان اشعار کی معنویت فزوں ہو جائیگی۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب ہم بھی یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے غم عشق گر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

شوخی و ظرافت بھی مزاج غالب کا ایک وصوف تھی جو کہ شاعری و خطوط دونوں میں جابجا نظر آتی ہے۔ وہ ایک ہنس مکھ انسان تھے اور اپنی دلچسپ باتوں سے دوسروں کو بھی خوش رکھنا چاہتے تھے۔ وہ ہر ایک سے چھیڑ چھاڑ کرتے نظر آتے ہیں۔ نہ زاہد کو بخشتے ہیں، نہ جنت، دوزخ اور فرشتوں کو چھوڑتے ہیں، نہ محبوب کو معاف کرتے ہیں حد یہ ہے کہ خود اپنا مزاق اُڑانے سے بھی نہیں چوکتے، ذرا دیکھئے

زاہد نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی

جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں ایسی جنت کا کیا کرے کوئی

وہ لحد پہ بوئے نہ تھی کہ نہ آسکے فرشتے میں عزاب میں پھنسا تھا جو نہ بادہ خوار ہوتا

چاہتے ہیں خوب رویوں کو اسد آپ کی صورت تو دیکھنا چاہئے

غالب اور سائنسی فکر:۔

پروفیسر آل احمد سرور کے قول کے مطابق "غالب سے پہلے اردو شاعری دل والوں کی دنیا تھی غالب نے اسے ذہن دیا"۔ مرزا غالب کی شاعری قرات اور تفہیم غالب کی ایک سے زیادہ سطحین شروع سے رہی ہیں۔ بلکہ امتدادِ وقت کے ساتھ ان کی شاعری پر غور و خوض اور نئے سے نئے زاویہ نظر کے استعمال سے نت نئے گوشوں کی نشاندہی کا سلسلہ ہنوز برقرار ہے۔ اسی طرح نفسیات، سماجیات اور معینات جیسے علوم نے بھی غالب فہمی کی راہیں ہموار کیں اور ان علوم کی مدد سے تفہیم غالب کے بعض ایسے گوشے سامنے آئے جو عام سوجھ بوجھ کی مدد سے نکالے جانے والے مفاہیم کی صورت میں ممکن نہ تھے۔

غالب یورپ کے سولھویں صدی کے نشاۃ الثانیہ کے نمائیدہ بھی نظر آتے ہیں جس نے پورے یورپ کو بدل دیا۔ اسی لئے ان کو مفکر اور آفاقی شاعر مانا جاتا ہے۔ منطق، ادراک، رواداری، انسانیت سے محبت، سائنسی خیالات اور رجحانات ان کی شخصیت کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی نظر آتی ہے۔ غالب زندگی کو مادیت کے نظریئے سے دیکھتے ہیں۔ دنیا انسان کے لئے بنی ہے جنت وغیرہ کا سپٹ دنیا میں ہی تلاشتے ہیں جیسے:

بس کے دشوار ہے ہر کام آساں ہونا — آدمی کو بھی سہل نہیں انساں ہونا

رنج سے خو گر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج — مشکلیں مجھ پر پڑی اتنی کہ آساں ہو گئیں

سائنٹفک فکر یعنی جو چیز کہی جائے اسے دلیلوں سے ثابت بھی کیا جائے۔ غالب کے زمانے میں سائنس نے نہ تو اتنی ترقی کی تھی اور نہ ہی انسان ان چیزوں میں اتنا غور و فکر کرتا تھا۔ اس کے باوجود غالب یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں:

سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں — ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ غالب نے اردو غزل کو سوچنا سکھایا اسے غور و فکر کی عادت ڈالی۔ ان کا یہ استفہامیہ انداز اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ غالب کے اندر سائنسی فکر اور قدرتی چیزوں کو سمجھنے کی وسعت کیا تھی

پروفیسر وہاب قیصر نے "سائنس اور غالب" میں غالب کے شعر کے سائنسی مفاہیم بیان کئے ہیں کہ:

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

ڈاکٹر وہاب قیصر کے مطابق غالب کا مذکورہ شعر اس سائنسی حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ مادے کی ایک حالت کو دوسری حالت میں اور توانائی کی ایک قسم کو دوسری قسم میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اسی امکان کے پیش نظر غالب کو یقین ہے کہ زمین میں دفن ہونے والی کچھ لالہ وگل کی شکل میں نمایاں ہو کر دوبارہ جلوہ افروز ہو جاتی ہے۔

غالب کا یہی رنگ شاعری تھا جس سے متاثر ہو کر رشید احمد صدیقی نے کہا کہ "غزل اگر اردو شاعری کی آبرو ہے تو غالب اردو غزل کی آبرو ہیں"۔ انہوں نے اردو غزل کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ غزل میں گہرائی پیدا کی۔ اس کو ایک تنوع سے آشنا کیا۔ اس درون میں ایک چمک اور مہک پیدا کی۔

حکیمانہ نظر نے کلام غالب کو عظیم شاعری اور غالب کو عظیم شعرا کی صف میں جگہ دلائی۔ غالب ایک سوچنے والے شاعر ہیں مگر ان کی سوچ ایک خطہ مستقیم پر نہیں چلتی۔ وہ کسی ایک رجحان کے شاعر نہیں ہیں ویسے بھی بڑی شاعری کسی ایک رجحان کی پابند نہیں ہوتی۔ وہ تو زندگی کی ترجمان ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ غالب نے اردو کو ذہن دیا، غور و فکر کی قوت عطا کی۔ اپنے دلکش انداز بیان سے اس کی دل آویزی میں اضافہ کیا۔ انہیں اس پر ناز تھا، فرماتے ہیں:

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا

یہی ادائے خاص اردو شاعری کو عطائے خاص ہے۔ اسی نے انہیں عمر جاوداں عطا کی۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی نے اگر دیوان غالب کو تاج محل کا ہم پلہ ٹھہرایا تو کیا غلط ہے۔ میں اپنے اس مضمون کو مرثیہ غالب میں ڈاکٹر علامہ اقبال کے اس قول پہ ختم کروں گا کہ:

"غالب کو محض اردو کا نہیں، محض ہندوستان کا نہیں بلکہ
ممتاز ترین عالمی زبانوں کے نمائندہ ترین شاعروں میں
شمار کیا جاتا ہے "

امدادی کتب

1۔ مختارالدین احمد، ڈاکٹر: احوال غالب، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، 1953ء
2۔ غالبؔ: اردو زبان کے ظہور کا حال، ایجوکیشنل پبلیکشنز دہلی، دہلی 1966ء
3۔ مالک رام: خطوط غالب، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ 1963ء
4۔ مالک رام: ذکر غالب، ایجوکیشنل پبلیکشنز دہلی، 1964ء
5۔ خلیل الرحمان داؤدی: مجموعہ نثر غالب اردو، لاہور 1967ء
6۔ نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر: تلاش غالب، لاہور 1969ء
7۔ محمد عزیز حسن: تصورات غالب، غالب اکیڈمی دہلی، 1987ء
8۔ رشید حسن خان: غالب فکر و فن، غالب اکیڈمی دہلی، 1987ء

Ayaz Ahmed
Assistant Prof. Department of Urdu , Govt. Degree College, Samba, Jammu and Kashmir.

Publish Research Article
International Level Multidisciplinary Research Journal
For All Subjects

Dear Sir/Mam,

We invite unpublished Research Paper,Summary of Research Project,Theses,Books and Books Review for publication,you will be pleased to know that our journals are

Associated and Indexed,India

- Directory Of Research Journal Indexing
- International Scientific Journal Consortium Scientific
- OPEN J-GATE

Associated and Indexed,USA

- DOAJ
- EBSCO
- Crossref DOI
- Index Copernicus
- Publication Index
- Academic Journal Database
- Contemporary Research Index
- Academic Paper Databse
- Digital Journals Database
- Current Index to Scholarly Journals
- Elite Scientific Journal Archive
- Directory Of Academic Resources
- Scholar Journal Index
- Recent Science Index
- Scientific Resources Database

Review Of Research Journal
258/34 Raviwar Peth Solapur-
413005,Maharashtra
Contact-9595359435
E-Mail-ayisrj@yahoo.in/ayisrj2011@gmail.com